مدیر

محمد دین جوہر

نائب مدیر

نادر عقیل انصاری

مجلس ادارت

کاشف علی خان شیروانی

شاہد محمود

مشمولات

برائے رابطہ، استفسار اور اظہار آرا: shahidmahmood@baatdiscourse.com قیمت: ۱۲۰روپے

محمددین جوہر، مدیر "جی" نے تایا سنز پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور سے چھپوا کرحسن منزل، اردو بازار، لاہور سے شائع کیا۔

اہم نوٹ:

اس شمارے میں قرآن مجید کی آیات بھی شامل ہیں۔ ان کی درستی پر بساط بھر توجہ دی گئی ہے لیکن اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ادارے کو مطلع فرمائیں۔

قانونی مشیر:

کامنز لا کمپنی، نوائے وقت بلڈنگ، ۴۔ شارع فاطمہ جناح روڈ، لاہور

قرآن مجید، سنت اور نسخ

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالیؒ

تعارف اور ترجمہ:

نادر عقیل انصاری

کیا سنت سے قرآن مجید کا، اور قرآن مجید سے سنت کا نسخ ہو سکتا ہے؟ ائمۃ المسلمین اور مجتہدین کا اس پر عمومی اتفاق ہے کہ قرآن مجید سے سنت کا اور سنت سے قرآن مجید کا نسخ ممکن و جائز ہے۔ احناف اور مالکیہ کا مسلک اس معاملے میں اس قدر مشہور ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ظاہریہ کے امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے الرسالہ فی اصول الفقہ میں لکھا ہے، و القرآن ینسخ القرآن و السنۃ تنسخ السنۃ و القرآن (مجموع رسائل فی اصول التفسیر و اصول الفقہ، دمشق: مطبعۃ الفیحاء، ۱۳۳۱ھ، ص ۲۹)، یعنی ”قرآن مجید، قرآن مجید کو منسوخ کر سکتا ہے، اور سنت، سنت کو بھی منسوخ کرتی ہے اور قرآن مجید کو بھی“۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں اسلاف میں منفرد نظر آتے ہیں کہ وہ سنت سے قرآن مجید کے نسخ کے قائل نہیں ہیں، لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جو خود شافعی المسلک ہیں، ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ شافعی اصولیین میں سے ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ شاید وہ واحد عالم ہیں جو امام شافعیؒ کے تتبع میں نسخ القرآن بالسنہ کے قائل نہیں ہیں۔ اور اس رائے میں وہ مجتہدین کی بھاری اکثریت سے مختلف ہیں (دیکھیں کتاب اللمع للشیرازی)۔ لیکن امام شافعی اور امام شیرازی رحمہما اللہ کا یہ موقف نظری اور اصولی بحث میں ہے، عملاً فروعات میں ان کا عمل بھی امت کی موافقت میں ہے۔ اور یہی صورت امام احمد بن حنبلؒ کی ہے۔

انکار شریعت اور مزعومہ افکار کی تائید کے جذبے میں امت کے بعض مبتدع فرقوں کا یہ اصرار رہا ہے کہ حدیث کی قبولیت کی شرائط میں سے ہے کہ اسے قرآن مجید پر پیش کیا جائے۔ اس طرح قرآن مجید کی مزعومہ تعبیرات، اس کے متشابہات اور اس کے مجمل احکام کی آڑ لے کر حدیث کے بیشتر ذخیرے کو دین کے دائرے سے بے

دخل کر دیا جائے۔ اس کی تائید میں بہت سی روایات بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ حدیث کو قبول کرنے سے پہلے اسے قرآن پر پیش کیا جائے۔ اس مضمون کی حامل روایات (عن ثوبان) پر تبصرہ کرتے ہوئے امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: انه موضوع وضعته الزنادقه ، یعنی "یہ روایت موضوع ہے اسے زنادقہ نے گھڑا تھا" کما حکاه عنه الذهبی۔ اسی طرح عبدالرحمان بن مہدیؒ فرماتے ہیں، الخوارج وضعوا حدیث ما اتاکم عنی، فاعرضوه علی کتاب الله الی آخره، یعنی "یہ روایت کہ تمہیں جو حدیث ملے اسے قرآن مجید پر پیش کرو، اسے خوارج نے وضع کیا تھا"۔ یہ اقوال علامہ شوکانیؒ نے الفوائد المجموعہ ص ۱۹۲ پر نقل کیے ہیں۔ علامہ خطابیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ان روایات کو زنادقہ نے گھڑا ہے اور ویسے بھی یہ روایات اس حدیث سے متعارض ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوتیت الکتاب و مثله معه یعنی "مجھے کتاب بھی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی شے بھی" (دیکھیں عبدالقادر بن بدران، المدخل الی مذهب امام احمد بن حنبلؒ، دمشق: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۰۔۲۰۱)۔ علامہ ابن بدران دمشقیؒ اس پر فرماتے ہیں کہ: ان روایات میں جو اصول بیان کیا گیا ہے اگر اس کو مان کر خود اس روایت کو قرآن مجید پر پیش کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ روایت قرآن مجید کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے و ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا (الحشر ۷) یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دیں اسے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ"۔ یہی وجہ ہے کہ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب یعنی "قرآن مجید کو سنت کی زیادہ حاجت ہے بمقابلہ اس کے کہ سنت کو قرآن مجید کی حاجت ہو"۔ امام ابن عبدالبرؒ نے اس کی یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ یرید انها تقضی علیه و تبین المراد منه، یعنی "ان کی مراد یہ ہے کہ سنت قرآن مجید پر فیصلہ دیتی ہے اور اس کی مراد کو واضح کرتی ہے"۔ اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیرؒ کا مشہور قول ہے السنة قاضیة علی الکتاب، یعنی "سنت قرآن مجید پر قاضی ہے"۔ علامہ ابن بدرانؒ فرماتے ہیں: وکل من له المام بالعلم یعلم ان ثبوت حجیة السنة المطهرة و استقلالها بتشریع الاحکام ضرورة دینیة، ولا یخالف فی ذلک الا من لاحظ له فی دین الاسلام یعنی "جس کو علم سے ذرا بھی مس ہے وہ جانتا ہے کہ سنت مطہرہ کی حجیت کا اور اس کا تشریع احکام کا

مستقل اختیار ایک دینی ضرورت ہے، اور اس سے صرف وہ ہی اختلاف کر سکتا ہے جسے دین اسلام میں سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ ملا ہو" (المدخل، ۲۰۱)۔

اس صورتحال میں یہ دینی اصول امت میں بالکل واضح اور متعارف تھا۔ لیکن اس معاملے میں بعض متجددین کے انحرافات کے سبب بہت کچھ خلط مبحث پیدا ہو گیا ہے، جس کے پیش نظر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اُمت کا مسلک ایک مرتبہ پھر سے سامنے لایا جائے۔ اس کے لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اصول فقہ پر ان کی کتاب المستصفیٰ سے متعلقہ فصل کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

قرآن مجید کا نسخ سنت سے ہو سکتا ہے، اور سنت کا قرآن مجید سے، کیونکہ دونوں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں۔ اور ویسے بھی اس سے کیا شے مانع ہے؟ اس معاملے میں تجانس کا اعتبار نہیں کیا گیا[1] [یعنی اس کا لحاظ نہیں کیا گیا کہ ناسخ و منسوخ ایک ہی صنف سے ہوں، یعنی دونوں قرآن مجید میں ہوں یا دونوں حدیث میں] اور عقل بھی اس طرح کے نسخ سے نہیں روکتی۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے (کہ نسخُ القرآن بالسنہ اور نسخُ السنہ بالقرآن محال ہو) جبکہ نقل و سماع اس کے وقوع پر دلالت کرتے ہیں! جیسے کہ نماز کے لیے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم قرآن مجید میں نہیں پایا جاتا، لیکن اس حکم کا ناسخ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور اسی طرح سے قرآن مجید کی یہ آیت فالآن باشروھن (البقرہ ۱۸۷) یعنی "اب تم اپنی بیویوں سے رمضان کی راتوں میں مباشرت کر سکتے ہو"، رمضان کی راتوں میں تحریمِ مباشرت کو منسوخ کرتی ہے، جبکہ یہ تحریم قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ اور قرآن مجید کے حکم سے عاشورہ کے روزے کو رمضان کے روزوں سے منسوخ کیا گیا، جبکہ عاشورے کا روزہ سنت سے ثابت تھا۔ اور صلاۃ الخوف کا حکم قرآن مجید میں ہے، جو سنت کے اس حکم کو منسوخ کرتا ہے جس میں (حالت خوف میں) جنگ بندی تک نماز کو موخر کرنے کا جواز تھا۔ یہاں تک کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مؤخر ہو گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بد دعا دی: حشا اللہ قبورھم ناراً یعنی "اللہ ان کی قبریں آگ سے بھر دے" کیونکہ انہوں نے (جنگ میں الجھا کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (افضل) وقت میں نماز نہیں پڑھنے دی تھی۔ اور اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد کہ لا ترجعوھن الی الکفار (الممتحنہ، ۱۰)، یعنی "مکہ سے مدینہ آنے والی ان مہاجر عورتوں کو کفارِ مکہ کی طرف مت لوٹاؤ"، جس نے اُس فیصلے کو منسوخ کر دیا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے عہدِ

صلح (حدیبیہ) میں طے فرمایا تھا (کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ جائے گا، اُسے واپس مکہ بھیج دیا جائے گا)۔

جہاں تک سنت سے قرآن کے نسخ کا تعلق ہے تو اس کی مثال والدین کے حق میں وصیت کا منسوخ ہونا ہے، جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا لا وصیة لوارث (خبردار، وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی)، کیونکہ قرآن مجید کی آیتِ میراث، والدین اور رشتہ داروں کے لیے، وصیت سے نہیں روکتی، کیونکہ آیت کے الفاظ کی روشنی میں وراثت اور وصیت کو جمع کرنا ممکن ہے۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ قد جعل اللہ لهن سبیلا، البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام، والثیب بالثیب جلد مائة و الرجم یعنی "اللہ نے ان عورتوں کے لیے سبیل نکال دی ہے، کنوارے اور کنواری کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی، اور شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے لیے سو کوڑے اور سنگساری"۔ اور یہ حکم اس آیت کا ناسخ تھا جس میں عورتوں کو گھروں میں محبوس کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن یہ بحث طلب ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ واضح فرمایا ہے کہ آیتِ میراث نے آیت وصیت کو منسوخ کر دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود منسوخ نہیں فرمایا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالی نے ان عورتوں کے لیے ایک سبیل نکال دی ہے، جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا تھا کہ و یجعل اللہ لهن سبیلا (النساء ۱۵) یعنی بدکاری کی مرتکب عورتوں کو ان کے گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔

اگر کہا جائے کہ امام شافعیؒ کا موقف تو یہ ہے کہ ایسا جائز نہیں ہے کہ قرآن مجید سنت کو منسوخ کرے، جیسے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ قرآن مجید کو سنت سے منسوخ کیا جائے۔ اور امام شافعیؒ اپنی جلالت شان کے سبب اس سے ارفع ہیں کہ انہیں نسخ کی ان صورتوں کی خبر ہی نہ ہوئی ہو۔ امام شافعیؒ گویا یہ فرما رہے ہیں کہ سنت سنت کو تبدیل کر سکتی ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک سنت سے اپنی دوسری سنت کو منسوخ فرما دیں۔ اور وہ اپنے کلام اور قرآن مجید کی تشریح فرماتے ہیں، قرآن مجید سنت کی تشریح نہیں کرتا۔ اور جب نسخ القرآن بالسنہ کی مثال ہم تک پہنچی ہی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا منقول ہی نہیں ہے، اگر یہ منقول نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نسخُ القرآن بالقرآن اور نسخُ السنہ بالسنہ کے علاوہ اور کسی طرح بھی نسخ واقع نہیں ہوا [یعنی سنت سے قرآن کا، اور قران کا سنت سے نسخ واقع ہی نہیں ہوا][۲]۔

اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ گو عقلاً یہ ممکن ہے (کہ قرآن کا نسخ قرآن سے اور سنت کا نسخ سنت سے ہی ہو) لیکن یہ امر مخفی نہیں ہے کہ مسجد حرام کی طرف متوجہ ہونا قرآن مجید سے ہی معلوم ہوتا

ہے، جبکہ اس سے قبل بیتُ المقدس کی طرف منہ کرنا سنت سے ثابت تھا۔ اور اسی طرح، اس کا عکس بھی ممکن ہے (یعنی یہ کہ سنت بھی قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے) گو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا (یعنی سنت نے قرآن کو منسوخ نہیں کیا) لیکن ہم اس کا واقع ہونا بیان کر چکے ہیں۔ اور اس میں یہ بحث کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ (مطلوبہ ثبوت کے طور پر) کوئی سنت مخفی یا مفقود ہو گئی ہے، کیونکہ یہ فرض کرنا یہاں غیر ضروری ہے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ سنت سے قرآن مجید کا نسخ سرے سے واقع ہی نہیں ہوا، محض تحکم ہے۔ اور جب اکثر کی رائے ہے کہ سنت سے قرآن مجید کا نسخ واقع ہوا ہے، تو اولیٰ یہ ہے کہ (مانا جائے کہ) اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

جن حضرات کا دعویٰ ہے کہ سنت قرآن مجید کو منسوخ نہیں کر سکتی انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: قال اللذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی (یونس ۱۵) یعنی ”جو لوگ ہم سے ملاقات کی، یعنی قیامت کی، توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کی بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کرو۔ اے نبیؐ، ان سے کہو ’میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر یا تبدل کر لوں۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے‘“۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنت قرآن مجید کو منسوخ نہیں کر سکتی۔

اس استدلال پر ہماری عرض یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم از خود قرآن مجید کو منسوخ نہیں فرماتے، بلکہ اس وحی سے منسوخ فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی جاتی ہے، لیکن یہ وحی قرآن مجید کے اندر موجود نہیں ہوتی۔ اور اگر ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے قرآن مجید کے نسخ کے قائل ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتہاد کا اِذن بھی انہیں اللہ تعالی کی طرف سے ایسے ہی مِلا ہے جیسے قرآن مجید کے نسخ کا اِذن۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے ناسخ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالی خود ہے، جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مبارک کے ذریعے حکمِ نسخ جاری کیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ (دین میں) ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ قرآن مجید کا حکم قرآن مجید ہی کے ذریعے منسوخ ہو سکتا ہے، بلکہ قرآن مجید وحی (غیر متلو) کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بھی منسوخ ہو جاتا ہے، فرق یہ ہے کہ یہ وحی قرآن مجید نہیں ہوتی۔ اور کلامُ اللہ ایک ہی ہے، جو ایک اعتبار سے ناسخ اور دوسرے اعتبار سے منسوخ قرار پاتا ہے، اور اللہ کے دو کلام نہیں ہیں کہ ایک قرآن ہے اور دوسرا غیر قرآن۔ بلکہ فرق صرف عبارت (یعنی پیرایۂ اظہار) میں ہے۔ چنانچہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے کلام کی دلالت ان منظوم الفاظ سے کرتا ہے جس کی تلاوت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، جس کو قرآن مجید کہتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے مدعا کا اظہار غیر ملفوظ کلام کے ذریعے سے کرتا ہے جسے سنت کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں - یعنی قرآن مجید اور سنت - نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دہن مبارک سے سنے گئے ہیں۔ لہذا دونوں صورتوں میں حکم کو منسوخ کرنے والا خود اللہ تعالی ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ جب کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس قرآن مجید جیسے ایک اور قرآن کا مطالبہ کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ میں اس کا اختیار نہیں رکھتا کہ از خود اس میں کوئی تغیر و تبدل کر سکوں۔ اور کفار کا مطالبہ اس کے سوا کچھ نہ تھا (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم "اپنی طرف سے" قرآن کو تبدیل کر دیں)۔ اس آیت کا اس مسئلے سے بھلا کیا تعلق ہے کہ سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

اسی طرح ان لوگوں نے اس آیت سے بھی احتجاج کیا ہے: ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها (البقرہ ۱۰۶) یعنی "ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی"۔ اور اس کی بنا پر یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کی آیت اس کے مثل سے ہی منسوخ ہو سکتی ہے، یا اس سے بہتر شے سے۔ اور سنت قرآن مجید کے مثل نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ نے اپنی مدح بیان کی ہے: الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر یعنی "کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے!" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ، نسخِ قرآن پر کوئی بھی قدرت و اختیار نہیں رکھتا۔

اس پر ہماری عرض یہ ہے کہ ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ ناسخ بہر حال اللہ تعالی ہوتا ہے۔ اور اللہ اس کو فقط لسانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ظاہر کر دیتا ہے، اور ہمیں کتابِ الہی کے منسوخ ہونے کا فہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے، ورنہ نسخِ قرآن پر اللہ تعالی کے علاوہ اور کوئی قدرت و اختیار نہیں رکھتا۔

پھر اگر اللہ تعالی کسی آیت کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ مبارک کے ذریعے منسوخ کرتا ہے تو پھر اس جیسی آیت لے آتا ہے، اور اپنا وعدہ پورا کر دیتا ہے، کیونکہ یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کی ناسخ ہی ہو۔ اور ہماری رائے میں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلی آیت کی جگہ آنے والی دوسری آیت پہلی سے بہتر ہوتی ہے، کیونکہ، خواہ قرآن مجید کو قدیم تصور کیا جائے یا مخلوق، اس کے بعض حصوں کو دوسروں سے بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالی

دوسری آیت میں پہلے سے بہتر عمل کا حکم لے آتا ہے، یعنی یا تو دوسرا عمل پہلے سے خفیف تر (یعنی اسہل) ہوتا ہے، یا اس سے زیادہ باعث ثواب ہو تا ہے۔

ماخذ

ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۵۰۵ ھ): المستصفیٰ من علم الاصول (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۷ء)، جلد اول، ۲۳۹-۲۳۶۔

حواشی از مترجم

(۱).. بعض نسخوں میں یہ عبارت استفہامیہ ہے، یعنی اس کا اعتبار کیوں کیا جائے کہ ناسخ و منسوخ ایک ہی جنس کے ہوں (یعنی دونوں قرآن مجید سے ہوں یا دونوں سنت سے)، جبکہ عقل بھی اس سے مانع نہیں؟ تفصیل کے لیے دیکھیں المستصفیٰ للغزالی، بولاق ایڈیشن، جزء اول صفحہ ۱۲۴، نیز دیکھیں احمد زکی منصور حماد، امام غزالی کے اصول فقہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جامعہ شکاگو، ۱۹۸۷ء، جلد دوم، ص ۵۲۶۔

(۲)..احمد زکی منصور حماد کے نزدیک اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے: نبی ﷺ اپنے کلام کی اور قرآن مجید کی وضاحت فرماتے ہیں، قرآن مجید سنت کی وضاحت نہیں کرتا، اور جب اس طرح کے نسخُ القرآن بالسنہ کی خبر ہمیں نہیں ملی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی نہیں کی گئی، اور جب نہیں کی گئی، تو نسخ اس طریقے کے علاوہ (یعنی نسخُ القرآن بالقرآن اور نسخُ السنہ بالسنہ کے علاوہ) اور کسی طرح ممکن نہیں ہے (جلد دوم، ص ۵۲۸)۔